اسی کتاب میں آگے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ فرمایا۔ اگر مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت، امام کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہو اور امام بھول جائے، اور مردوں کو اس کی خبر نہ ہو، تو عورتوں کو سبحان اللہ تو کہنا ہی نہیں چاہیئے۔ تاکہ اُن کی آواز غیر مرد نہ سنیں، اور میرے نزدیک تو یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی عورت تالی بجائے۔ کیونکہ یہ بھی لہو میں داخل ہے۔ البتہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دُوسرے ہاتھ کی پُشت پر مار سکتی ہے۔" الغرض کہیں کُود کی باتوں سے سخت پرہیز کرتے حتّٰی کہ کسی کے دروازہ پر دستک دینے سے بھی احتیاط کرتے۔ اور فرماتے "اگر ایک شخص طریقت سے گر جائے تو شریعت میں رہے گا۔ لیکن اگر شریعت سے بھی خارج ہو جائے تو کہیں کا نہ رہے گا۔"

اور اسی کتاب میں آپ سے منقول ہے کہ "قیامت کے دن ایک شخص سے سوال ہوگا۔ کیا تُو نے سماع سنا تھا؟ وہ کہے گا۔ ہاں یا اللہ! پھر کہا جائے گا کیا معنی میں سماع کو تُو نے ہمارے اوصاف سمجھا؟ وہ اس کا بھی اثبات میں جواب دے گا۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ شاعروں کے بیان کردہ اوصاف تو حادث تھے، اور ہماری ذات قدیم ہے۔ پھر تم نے حادث کا اطلاق غیر حادث پر کیونکر درست سمجھا؟ عرض کرے گا بارِ خدایا! تیرے ساتھ محبت کی وجہ سے۔ اس پر اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ اگر محبت کی وجہ سے ایسا کیا تو معاف کرتا ہوں۔" یہ بیان کر کے آپ رو پڑے۔ اور فرمایا "غور کرو جب اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے متوالوں سے اس طرح باز پُرس کرے گا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔"

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اے بھائی تمہارا کلام موضوع سے پھر دُور جا پڑا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ جس طرح زندہ پیر سے استفادہ ہو سکتا ہے، اسی طرح پیر کی قبر سے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے آپ سے عرض کیا تھا

Marfat.com

کہ یہ خیال آپ کے ذہن میں کس طرح قرار پا گیا ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے اس کا ثبوت مذکور نہیں۔"

قبلۂ توجہ خانہ کعبہ ہے، نہ قبر

اس نے کہا۔ "ان لوگوں سے تو ہمیں بھی اتفاق نہیں جو اہلِ قبور کو مستقل قادر بر کرامات سمجھ کر باطنی فائدہ کے لئے اور قلبی و لسانی ذکر کے وقت اُن کی قبروں کو قبلۂ توجہ بناتے اور توجہ اِلی اللہ کا واحد ذریعہ گردانتے ہیں ایسے لوگ تو یقیناً باطل پر ہیں۔ لیکن جو شخص قبر کی بجائے صاحبِ قبر کی روح کو قبلۂ توجہ بنا کر ذکرِ الٰہی کرے تو اس کے جواز میں کیا کلام ہے، وہ تو بلکہ رحمتِ الٰہی کا زیادہ مستحق ہونا چاہیئے۔"

میں نے کہا۔ "دیکھو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ آپ کی زندگی میں قبلۂ توجہ بنایا، نہ بعدِ وفات آپ کی روح کو یہ منصب دیا۔ قبلۂ توجہ تو خود پیغمبرِ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور آپ کی تمام اُمت کے لئے صرف خانہ کعبہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے سوا کسی بشر کو اجازت نہیں کہ کسی آدمی کی رُوح کو قبلۂ توجہ بنا کر مشغولِ ذکرِ الٰہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو قبلۂ توجہ بنانا گویا نئی شریعت ایجاد کرنا ہے، اللہ کے دین کی اشاعت اللہ ہی کے حکم کے مطابق عمل کرنے سے ہو سکتی ہے، نہ کہ اس کے خلاف کرنے سے۔"

اس نے کہا۔ "تو کیا متاخرین نے اس معاملہ میں غلطی کھائی ہے؟"

میں نے کہا۔ "اگر متاخرین نے نہیں کھائی تو کیا متقدمین نے کھائی ہے؟"

Marfat.com

جن میں تابعین رحمہم اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی داخل ہیں، کہ اختیاری قبلہ چھوڑ کر مجبوری قبلہ اختیار کیا۔ اور اتنی بڑی پابندی اپنے سر لے لی"۔

اس نے کہا "میرے نزدیک کسی نے خطا نہیں کی۔ بات یہ ہے کہ متقدمین نے اگر ذکر و دعا کے وقت ارتباط و رابطہ کے فیض سے بے اعتنائی کی۔ تو اس زمانے کے لئے وہی ٹھیک تھا۔ اور اگر متاخرین نے استفادہ کا مسئلہ ایجاد کیا تو اس وقت یہی موزوں ہے"۔

پہلی دلیل

میں نے کہا "اس سے تو یہ ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب بھی دین میں نسخ جاری ہے۔ اور احکام میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ دین کو مکمل اور نسخ و تبدیلی کو بند فرما چکا ہے۔ ارشاد ہے:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (مائدہ)

"میں نے آج تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرما لیا ہے"۔

اس نے کہا "آگے بھی تو پڑھئے"۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

"پس جو شخص گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہیں۔ اگر بھوک کی وجہ سے بے قرار ہو کر ایسا کرے (یعنی حرام کھا لے) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔

یعنی دین اسلام میں جس طرح حرام اور حلال مقرر ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی اضطرار و

Marfat.com

اضطراب کی حالت میں حرام چیز سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے۔ اِسی طرح دورِ اوّل کے مقابلہ میں جو آفتابِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار سے پوری طرح منور تھا، یہ زمانہ جب کہ اندھیری رات جیسے تاریک فتنوں کے ظہور نے بنی نوع انسان کے قلوب کو بالکل بے نور کر دیا ہے: اضطرار کا زمانہ ہے۔ اِس لئے اگر آج ارواحِ بزرگاں سے نور حاصل کر لیا جائے تو جائز ہے۔ تاکہ خدا کی راہ (صراطِ مستقیم) پر چلنے میں مدد ملے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَھْلِ الْقُبُوْرِ

(جب کسی امر میں پریشانی ہو، تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو)"

مَیں نے کہا۔ "بھیرو بھیرو! یہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے، حدیث نہیں ہے مجاوروں کا قول ہے۔ جسے تحصیلِ نذر و نیاز کے لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالکل جھوٹ موٹ منسوب کر دیا ہے۔ کتب صحاح میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ محدثین و صوفیائے فقیہین رحمہم اللہ علیہم نے کہا ہے کہ یہ قول اور اس قسم کے دوسرے اقوال مثلاً

اِذَا اَعْیَتْکُمُ الْاُمُوْرُ فَعَلَیْکُمْ بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ

یعنی جب تمہیں مشکلات تھکا دیں، تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو!

اور:۔

لَوْ حَسَّنَ اَحَدُکُمْ ظَنَّہٗ بِالْحَجَرِ لَنَفَعَہٗ

یعنی اگر کسی کو پتھر پر بھی اعتقاد ہو تو وہ اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

یہ سب قبر پرستوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ اور ان کی تردید راہِ مستقیم اور مجالس الابرار وغیرہ میں موجود ہے۔

باقی رہا آپ کا یہ خیال کہ فتنہ کے زمانہ میں بزرگوں کی ارواح سے نور حاصل کرنا جائز ہے، تو یہ بالکل لغو خیال ہے۔ چہ جائیکہ سلف نے اس کی تائید کی ہو۔ آنحضرت صلعم نے ایسے زمانہ میں فتنہ سے بچنے کے لئے صرف کتاب وسنت کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ اضطرار کی حالت میں ملائکہ یا ارواح سے نور حاصل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا۔ لیلۃ القدر میں کیا دعا مانگوں؟ تو فرمایا۔ یہ دعا کیا کرو:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

"اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ مجھے معاف کردے"

حالانکہ لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں ملائکہ اور ارواح کا نزول قرآن مجید سے ثابت ہے:۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ط تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ (۹۷: ۳)

"لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے اور روح، اللہ کے حکم سے ہر امر خیر لے کر اترتے ہیں"

اور تمہارا یہ کہنا، کہ اضطرار کی وجہ سے ارواح کو قبلہ توجہ بنانا جائز ہے، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شرک یا مشابہ شرک تو ہر زمانہ میں حرام ہے۔ غور کرو۔ وہ کلمہ کفر جو اضطرار کی حالت میں جان بچانے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس کے ساتھ بھی یہ شرط لگادی گئی ہے کہ صرف زبان سے کہے، دل سے اس پر یقین نہ رکھے۔ کیونکہ دل سے کسی چیز کو مان لینا اضطرار میں داخل نہیں ہے اضطرار کی کیفیت تو یہ ہے کہ کوئی ظالم شخص جان مارنے کی دھمکی دے اور مظلوم

Marfat.com

معلوم کرے۔ کہ حرام عمل کے ارتکاب کے لیے مجبور نہیں۔ تو اس عمل کا ارتکاب کرلے۔ مگر دل سے پھر بھی نفرت ہو رکھے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا، تو خدا کے غصہ کا مستحق ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۶:۱۰۸)

"جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کرے ماسوا اس شخص کے کہ جس پر زبردستی کی گئی ہے۔ مگر اس کا دل ایمان پر قائم ہے، تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، لیکن جو شخص دل کھول کر انکار کرے، تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے"۔

اس آیت پر غور کرو۔ میں نے صرف تمہارے سمجھانے کے لئے لمبی تقریر کی ورنہ خود تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے شافی جواب ہے۔ کیونکہ وہ آیت فطرت انسانی کی صحیح ترجمان ہے۔ ارشاد ہے:۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ (۵:۶)

پس جو شخص بھوک سے بے قرار ہو، اور گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو اسے کیا کرنے کی اجازت ہے)

یعنی مضطر اگر عمداً گناہ کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے۔ یا علانیہ شریعت کی مخالفت کرنے پر کمربستہ ہے۔ تو اس کی بھی ہرگز بخشش نہیں ہوگی۔ وعدۂ مغفرت صرف ایسے شخص کے ساتھ ہے جو اضطرار کی حالت میں بھی گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔

سنو! یہ خیال کہ کسی بزرگ کی روح اس دنیا سے رحلت و انتقال کے بعد درخواست کرنے سے کسی کی ہدایت کی طرف متوجہ ہو جاتی یا اس پر ذکر و فکر

Marfat.com

کا القا کرتی ہے"۔ نرا گمان ہی گمان ہے۔ کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (۶:۱۱۶)

وہ نرے وہم کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اٹکل پچو مارتے ہیں۔

دوسری دلیل

اُس نے کہا۔ یہ آیت تو بدگمانی کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر ہم حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ جس کی تعریف اس حدیثِ قدسی میں ہے۔ کہ:۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ

میں اپنے بندے کے ساتھ اُس کے ظن کے مطابق برتاؤ کرتا ہوں۔

اس کا جواب

میں نے کہا۔ یہاں تو بِیْ (میرے ساتھ) فرمایا گیا ہے نہ کہ بِقَبْرِ عَبْدِیْ (میرے بندے کی قبر کے ساتھ)

اُس نے کہا ہم فقیر لوگ جھگڑا نہیں کرتے۔

میں نے کہا۔ خوب! اب تک فقیر لوگ کیا کرتے رہے؟

تیسری دلیل

اس نے کہا۔ ایک صحیح حدیث ہے۔ یَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاَعِیْنُوْنِیْ (اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔) اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ یہ تو صاف طور پر بزرگانِ خدا سے مدد مانگنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور استفادہ بھی استعانت ہی کی ایک قسم ہے"۔

Marfat.com

اس کی تشریح

مَیں نے کہا۔ تم نے اسے صحیح حدیث کیونکر مان لیا۔ درآنحالیکہ محمدؐ بن اسمٰعیل بُخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور امام مُسلم اور دیگر اصحابِ صحاح ستہ رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی اپنی کتابوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث غالباً حصن حصین میں بروایت طبرانی مذکور ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کے معانی پر غور کریں، یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ آیا طبرانی سے لے کر روایت کنندہ صحابی تک جس قدر راوی ہیں، وہ ثقہ بھی تھے یا نہیں؟ اور آیا یہ حدیث متواتر ہے یا مشہور، منقطع ہے یا مُرسل اور ضعیف ہے یا صحیح؟ اس کے بعد اس کے معانی پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ حصن حصین میں یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ کی بجائے اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ لکھا ہُوا ہوگا۔ پھر اس کے اوّل و آخر پر غور کرنا بھی لازم ہے نہ کہ بے دین لوگوں کی طرح صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر اڑے رہنا۔ جمع الجوامع میں ابویعلیٰ و طبرانی سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے:۔

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ یَا عِبَادَ اللّٰہِ احْبِسُوْا عَلَیَّ یَا عِبَادَ اللّٰہِ احْبِسُوْا عَلَیَّ فَاِنَّ لِلّٰہِ فِی الْاَرْضِ حَاضِرًا یَحْبِسُہٗ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ۔

جب بیابان میں تمہارا کوئی جانور گم ہو جائے تو کہا کرو۔ اے اللہ کے بندو! میرے جانور کو روکو۔ اے اللہ کے بندو! میرے جانور کو روکو۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے زمین پر ایسے لوگ مقرر ہیں۔ جو خدا کے حکم سے تمہارے جانوروں

کو روک رکھیں گے۔"

نیز طبرانی، عتبہ بن غزوان سے اس طرح روایت کرتے ہیں :-

اِذَا ضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا اَوْ اَرَادَ عَوْنًا وَھُوَ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا نَرَیْھِمْ

"جب تم میں سے کسی کا کچھ جاتا رہے، یا مدد طلب کرنا چاہے اور ایسی جگہ پر ہو جہاں کوئی یار و مددگار نہ ہو، تو یوں کہے، اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری امداد کرو۔ تو اس کی امداد کے لیے اللہ تعالیٰ سامان پیدا کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسے بندے مقرر ہیں۔ جن کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔"

ان دونوں حدیثوں سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں :-

اوّل - یہ کہ صرف اُن بندگانِ خدا کو امداد کے لئے پکارنا جائز ہے۔ جو خدا کی طرف سے لوگوں کی امداد کے لئے صحراؤں میں مامور ہیں۔

دوم - یہ کہ اس قدر استعانت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہاں زندوں میں سے کوئی یار و مددگار موجود نہ ہو۔

سوم - استعانت ایسے اُمور میں ہو۔ جن میں لوگ ایک دوسرے کی امداد کیا کرتے ہیں۔

چہارم - اگر یہ حدیث معتبر ہے تو یہ استعانت خاص بحکم پیغمبر علیہ السلام مشروع ہوگی، اور اگر یہ حدیث ہی معتبر نہ ہو، تو صحیح حدیث کی رُو سے اس پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔ جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ کہ :-

Marfat.com

وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ

اور جب مدد مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

پھر قرآن شریف میں ارشاد ہے :-

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

یہاں عبادت اور استعانت دونوں پر الگ الگ لفظ اِیَّاکَ آیا ہے۔ جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی اے اللہ! ہماری عبادت اور استعانت صرف تیری ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

بہرحال اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ سے یہ دلیل لینا کہ اہل قبور سے مدد مانگنا جائز ہے، قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اس جملہ سے تو بدرجۂ اقل حاضر سے مدد مانگنے کا جواز نکلتا ہے۔ لیکن بدعتی تو غائب سے مدد مانگنے کے قائل ہیں۔

آنحضرت صلعم نے ان بندگان خدا کی زندگی، ان کے فرائض اور ایسے مقامات میں ان کا موجود ہونا واضح فرما دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ:-

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا نَرَیْھِمْ

اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے

لیکن اس کے بالعکس اہل قبور کی وفات و رحلت اور اس دنیا سے انتقال و رخصت ایک ثابت شدہ امر اور مسلمہ چیز ہے۔

صوفیوں کی روایت

اور اگر صوفیائے کرام ہی کی روایات پر اعتبار ہو تو سنو۔ ابن حدیث کو صوفیا نے روایت کیا ہے۔ کہ:-

مَنْ زَارَ حَیًّا وَلَمْ یَرْزُقْ شَیْئًا فَکَاَنَّمَا زَارَ مَیِّتًا

جس شخص نے کسی زندہ بزرگ کی زیارت کی اور اس سے کچھ حاصل نہیں کیا تو اُس نے گویا مُردہ کی زیارت کی۔

ثمرات الحیات میں لکھا ہے۔ کہ صوفیا، اس سے ظاہر طور پر یہ مُراد لیتے ہیں۔ کہ جو کوئی زندہ بزرگ سے ملے اور کھانے کی کوئی چیز نہ پائے تو اسے سمجھنا چاہیئے، گویا مُردہ سے ملاقات کی۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جس نے کسی زندہ ولی کو پایا اور اس سے کوئی باطنی فائدہ حاصل نہ کیا، تو اُس نے گویا مُردے کی زیارت کی۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح کے نزدیک یہاں رزق کا لفظ عام معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور دینی و دُنیوی دونوں فوائد اس میں داخل ہیں لکھا ہے کہ آپ کے ان معنوں پر بعض درویشوں نے اعتراض کیا، اور اس کے معنی محض دُنیوی رزق ہونے کی تائید میں ایک بزرگ کی مثال دی۔ جو اپنے ملاقاتیوں کو ضرور کچھ نہ کچھ کھانے کو دیا کرتے۔ اور جب اس تکلف کی وجہ پوچھی جاتی تو یہی حدیث پڑھ کر سُنایا کرتے۔

حضرت شیخ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا کہ حدیث کے الفاظ لَمْ یَرْزُقْ شَیْئًا ہیں۔ ان کی بجائے لَمْ یَرْزُقْ طَعَامًا نہیں ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نے یہ مشہور دعا نہیں سُنی: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عِلْمًا نَافِعًا وَفَھْمًا کَامِلًا (اے اللہ مجھے نفع بخش علم اور پوری سمجھ عطا کر) تو اس میں بھی علم اور سمجھ جیسے باطنی فوائد کے حصول کے لئے رزق کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔

اُس نے کہا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو زیارتِ قبور کا حکم دیا ہے۔ پھر اس میں کیا فائدہ ہے؟

Marfat.com

میں نے کہا: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو خود ہی اس کا فائدہ بیان فرما دیا ہے۔ کہ اس سے موت اور آخرت یاد آتی ہے۔ مگر جو فائدہ تم ڈھونڈتے ہو، وہ کسی ایسے فقیر کی ایجاد ہے جس نے نذر و نیاز کے طمع سے یہ بدعت اختراع کی ہے۔ اور جس کا فقر قریب ہے، کہ کفر ہو جائے۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا۔ اس کا فقر وہ فقر نہیں جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے فخر کہا تھا: اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ، اور جس کی سب سے بڑی صفت ہر بدعت سے اجتناب و پرہیز ہے۔

اصل فقر کیا ہے؟

حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے:

حَقِیْقَۃُ الْفَقْرِ اَنْ لَّا تَفْتَقِرَ اِلَّا مَنْ ھُوَ مِثْلُکَ

"اصل فقر یہ ہے کہ آدمی اپنے جیسے محتاج انسان کے سامنے اپنی ضرورت و احتیاج کبھی پیش نہ کرے۔"

(اور قرآن مجید کی رو سے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں) ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ (۳۵:۱۵)

اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو!

اس نے کہا۔ اس طرح تو ہدایت و ارشاد کا نظام اور پیری و مریدی کا سلسلہ بالکل درہم برہم ہو جائے گا اور بزرگانِ دین پر خطا لازم آئے گی۔ حالانکہ کہا گیا ہے۔ کہ ؎

خطائے بزرگاں گرفتن خطا ست

(بزرگوں کی خطا پکڑنا گناہ ہے)

Marfat.com

میں نے کہا۔ اصل یہ ہے کہ جو فعل گناہ ہے، وہ کسی بزرگ کے کرنے سے بھی نیکی نہ ہوگا۔ اور ایسے شخص کی متابعت کرنے والا بھی گنہگار ہی ہوگا۔ مگر میرے نزدیک اس مصرعہ کا مطلب اور ہے۔ وہ یہ کہ بزرگوں کی عیب نمائی کے لئے ان پر نکتہ چینی کرنا خطا ہے۔ کیونکہ ان کی اجتہادی خطائیں قابلِ عفو و مغفرت ہیں۔ اور یہ اندیشہ کہ اس سے پیری مُریدی کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا غلط ہے۔ دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو عید گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ اور لوگوں کو تاکید فرمائی۔ کہ آپ کی مرقدِ پاک کے ساتھ پرستاری کا ہرگز کوئی معاملہ نہ رکھیں۔ مگر تاحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور متابعت اسی طرح برقرار ہے اور انشاء اللہ رہے گی۔

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ کی تفسیر

اُس نے کہا۔ میں نے اس آیہ :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (۶۰:۱۳)

"اے مسلمانو! اس قوم کو دوست مت رکھو۔ جس پر اللہ تعالےٰ کا غضب نازل ہوا۔ وہ لوگ آخرت کے ثواب سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح کفار اپنے مُردوں سے مایوس ہیں"

کی تفسیر ایک دن ایک پیر صاحب سے سُنی جو عقیدہ فنا فی الشیخ کے بالکل مطابق تھی، اُنہوں نے پہلے تو میرے دماغ میں اس آیہ کے متعلق وہ نکتہ ڈالا جو

متقدمین اور متاخرین کی تفسیروں میں نہیں ملتا۔ فرمایا کہ ایسی قوم سے دوستی مت رکھو جس سے اللہ ناراض ہے۔ اس لئے کہ وہ آخرت کے فوائد سے اسی طرح مایوس ہیں جس طرح پر کہ امت مسلمہ کے کافر جو اہل قبور کے افادہ سے مایوس اور ان سے استفادہ کے منکر ہیں"۔

میں نے کہا۔ "تفسیر تو واقعی نئی ہے۔ مگر سلف صالح سے منقول نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ جس نے اپنی رائے کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی اس کا مقام جہنم ہے"۔

اس نے کہا۔ "قرآن پاک کی ساری تفسیر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول بھی نہیں۔ اس لئے ضروری بات ہے کہ مفسرین نے بھی بعض آیات کے معانی اپنی رائے کے مطابق کر لئے ہوں گے۔ پھر ان کا کیا حال ہوگا؟"

میں نے کہا۔ "ضروری بات ہے کہ ان کے بتلائے ہوئے معنی صحابہ کرامؓ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے معنوں کے مخالف نہیں ہوں گے اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ موافق رائے بھی ظاہر نہ کی جائے۔ لیکن ہمارے پیر کی تفسیر تو صحابہ کی تفسیر کے بالکل ہی مخالف ہے۔ اس لئے اس کی تردید کرنا چاہئے"۔

اس نے کہا۔ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس آیت کے متعلق کیا منقول ہے؟"

اس آیت کی صحیح تفسیر

میں نے کہا۔ "یہاں اصحاب القبور سے مراد صحابہ کرام کے نزدیک مردہ کفار ہیں۔ اور آیہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ زندہ کافر اجر آخرت سے اسی طرح

Marfat.com

مایوس ہیں جس طرح مُردہ کافر۔ چنانچہ دُرِ منثور میں ہے کہ اسی آیہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ کُفار آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، نہ اس کی آمد کے اُمیدوار ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مرجاتا ہے اور جہنّم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے، تو مایوس ہوجاتا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ مرے ہوئے کافر ہیں جو آخرت کے ثواب سے مایوس و ناامید ہیں۔

اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصحاب القبور سے مراد مرے ہوئے کافر ہیں جنہوں نے آخرت کا معاملہ دیکھ لیا۔

اور حضرت مجاہد اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں، تو ان عذابوں کو دیکھ کر جو ان کے لئے تیار ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجاتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ کہ کفار میں سے جب کوئی شخص مرجاتا ہے، تو اس کے پسماندگان اس کے دوبارہ جی اُٹھنے سے مایوس ہوجاتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا (اس قوم سے دوستی مت رکھو) سے مُراد یہود ہیں جو قیامت کے دن اُٹھائے جانے سے مایوس ہوگئے ہیں۔ جیسے کفّار اس بات سے کہ اُن کے مُردے ان کی طرف لوٹ آئیں"

اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بیشک یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت سے مایوس ہیں۔ جس طرح کافروں کے مُردے قبر میں ثواب آخرت

Marfat.com

سے مایوس ہو گئے۔ جبکہ ان پر ان کے کرتوت عیاں کئے گئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب کوئی کافر مرجاتا، تو اس کے پسماندگان اس کی واپسی اور اس کے لئے آخرت میں اجر و ثواب کی اُمید کرتے ہیں"۔

تفسیر مدارک

تفسیر مدارک میں ہے کہ "زندہ کافر آخرت کے اجر سے ایسے ہی مایوس ہیں۔ جیسے اُن کے اسلاف جو قبروں میں آخرت کے ثواب سے مایوس پڑے ہیں"۔

تفسیر معالم التنزیل

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ "مغضوب قوم سے مراد یہود ہیں۔ آگے لکھا ہے کہ بعض محتاج مسلمان اُمرائے یہود کو مسلمانوں کی خبریں پہنچایا کرتے۔ اور ان سے اس خدمت کا اجر لے لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان مسلمانوں کو اس بات سے منع کر دیا۔ اور فرمایا "یہ یہودی اجر آخرت سے ایسے ہی مایوس ہیں۔ جیسے مردہ کفار، جو مرنے کے بعد اجر آخرت سے مایوس ہو گئے۔ مجاہد نے کہا کہ کافر جب قبر میں گئے، اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گئے"۔

غرض میں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی تفسیر تو یہ ہے۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ پیر صاحب کے معانی ان کے مفہوم سے کس قدر متضاد ہیں۔

اس نے کہا: اتنی روایتیں نہیں کیونکہ یاد نہ تھیں"؟

Marfat.com

میں نے کہا: "دو تین روز سے تمہارے سوالات پر غور کر رہا تھا۔ اور خیال تھا کہ شاید یہ آیت تمہارے لئے وسوسہ کا موجب ہو۔ اس لئے معتبر تفاسیر کے حوالے یاد کر لیے ؛

وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَآءِ الطَّرِيْقِ

"اللہ ہی توفیق دیتا ہے اور راہِ راست دکھاتا ہے"

مسئلہ توسّل

اس نے کہا: "تقرب الٰہی کے لئے بزرگوں کو وسیلہ بنانا کیسا ہے؟"

میں نے کہا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (۵:۳۵)

"مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ"

لیکن اس آیہ کو استفادہ عن القبور سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی بزرگ کو وسیلہ بنانے کا یہ مطلب ہے کہ قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے اس کے اعمالِ حسنہ کی پیروی کی جائے۔ جو کتاب اور سُنّت کے مطابق ہوں ؛

آیت کے معنی

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اصل میں ہر شخص کا وسیلہ اس کا اپنا عمل ہے۔ نیک عمل اللہ کی رضا کا وسیلہ اور بُرا عمل اُس کے غضب کا وسیلہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان و تقویٰ کا ذکر وسیلہ سے پہلے کیا گیا ہے یعنی

اے مسلمانو! خدا و رسول کی مخالفت سے بچو اور اللہ تعالےٰ کی طرف اپنے عمل صالح سے وسیلہ ڈھونڈو۔ چنانچہ یہ آیت اس کی تائید کرتی ہے :۔

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ (۱۰۳۵)

اچھا کلام اللہ کی طرف چڑھتا اور عمل صالح اُس کو بلند کرتا ہے۔

بعض نے وسیلہ سے قرآن مجید کی تلاوت مراد لی ہے، اور اس پر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کا قصہ پیش کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

حضرت امام نے ہزار مرتبہ اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا، اور ہر مرتبہ یہ سوال کیا کہ بار خدایا! تیرا قرب کس چیز سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جواب یہی ملتا رہا کہ قرآن مجید کی تلاوت سے۔ حضرت امام رح نے عرض کیا کہ تلاوت بے فہم ہو یا با فہم؟ جواب ملا کہ دونوں طرح کی تلاوت موجب تقرب ہے۔

حُبِّ پیغمبر علیہ السلام بھی وسیلہ ہے

بعض علمائے متاخرین نے کہا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہلبیت عظام اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ محبت رکھنا بھی وسیلہ نجات ہے۔ کیونکہ محبت اعمال قلبی میں سے ہے۔ اس لئے عمل صالح ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ پیار کرتا ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن جس کی معیت چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ پیار کرتا ہے۔

Marfat.com

سجدۂ تعظیمی

اس نے کہا، "اچھا، وسیلہ سے مراد عمل صالح ہے۔ تو جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مُراد ہے؟ مَیں نے کہا، جہاد فی سبیل اللہ کفار اور نفس نابکار کے خلاف جنگ کرنے کا نام ہے۔ کفار کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ تو ظاہر ہے اور نفس امارہ بھی ضرر رسانی میں کفار سے کم نہیں، یہ لذت اور آرائش دُنیا کے سبز باغ دکھا دکھا کر گمراہ کرتا ہے۔ اور خصوصاً اُن لوگوں کو جو عمل صالح کی پروا نہ کرتے ہوئے بزرگوں کو مان لینا ہی تقرب الٰہی کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ یہ سبق سکھا کر صراط مستقیم سے روکتا ہے۔ اور یہ سبق وہ دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں کہ "بزرگ اگرچہ مخلوقِ خدا ہیں، تاہم عوام کے لئے بمنزلہ خالق کے ہیں۔ اِس لئے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے۔" اسی عقیدہ کے تحت یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ شیخ کی روح ہر چیز سے واقف ہے۔ اور ان میں سے بعض غالیوں نے شیخ کے لئے سجدۂ تعظیمی بھی جائز بنا لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں صرف تعظیم کے لئے ہے۔ کوئی پُوچھے کہ عبادت کے لئے جو سجدہ کیا جاتا ہے، اِس میں کیا مسجود کی تعظیم مدِ نظر نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے تو دونوں میں کیا فرق رہ گیا؟" اس نے کہا۔ کیا شیخ کو وسیع العلم ماننا جائز ہے؟"

مَیں نے کہا۔ "بالکل نہیں۔ کیونکہ کامل الاطلاع اور وسیع العلم ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ امام الحنفا حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے ان مشرکوں کو جو بزرگوں کی ارواح کو وسیع العلم مانتے تھے یہی دلیل پیش کر کے ڈرایا:۔

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ (۶:۸۱)

Marfat.com

"میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔ ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے، تو دُوسری بات ہے۔ میرے پروردگار کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ کیا تم اس سے نصیحت اندوز نہیں ہوتے؟"

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری اور اس کی جماعت کے رد میں جو گوسالہ پرستی کرتے۔ اور گوسالہ کے پاس مراقبہ اور اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

وَانْظُرْ إِلَىٰ إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا إِنَّمَا إِلٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (۲۰:۹۸)

"دیکھ! تیرے گھڑے ہوئے معبود کا اب کیا حال ہوتا ہے۔ جس کی پوجا پر تو یہ کر بیٹھ رہا ہے ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے۔ اور وہ راکھ سمندروں میں ڈال دیں گے۔ معبود تو تمہارا اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر چیز پر اپنے علم سے چھایا ہوا ہے۔"

اور فرشتوں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یوں دُعا کرتے ہیں کہ:۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ (۴۰:۸)

"اے ہمارے پروردگار! تُو نے ہر چیز کو اپنے علم اور رحمت میں گھیر رکھا ہے۔ پس توبہ کرنے والوں اور اپنی راہ پر چلنے والوں کو بخش دے۔"

غرض نفس کے خلاف جہاد یہی ہے کہ اس نابکار کو شریعت کے خلاف کہنے کرنے اور سوچنے سے روکا جائے۔"

ایک سوال کا جواب۔ میں نے کہا۔ "اے بھائی! اب تک تو تم سوال

کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ اب میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کا جواب دیجئے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے سامری اور اس کے متبعین کا تعلق گوسالہ کے ساتھ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک قول نقل کیا ہے:۔

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۲۰:۹۱)

"انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو جواب دیا۔ کہ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس واپس نہ آجائیں ہم اسی کے پاس اعتکاف میں بیٹھے رہیں گے"۔

شریعت موسوی کا انکار اُن سے کہیں مروی نہیں، بلکہ وہ اپنے فعل کی یوں تاویل کرتے تھے۔ کہ:۔

هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ (طٰہٰ)

ہمارا اور موسیٰ علیہ السلام کا یہی معبود ہے وہ تو بھول کر (کوہ طور پر چلے) گئے ہیں

وہ اتنا کہنے سے کافر ہو گئے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے۔ تو آپ نے اُن سے توبہ کرائی۔ اور اُن کو قتل کرایا۔ کیونکہ اُن کے ہاں شرک کی توبہ اسی طرح قبول ہو سکتی تھی کہ مشرک کو قتل کر دیا جائے۔ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ کسی چیز میں قدرت الٰہی کا ظہور دیکھ کر اُسے فیض رساں سمجھنا اور اس سے مستفید ہونے کے لئے اس کے پاس اعتکاف بیٹھنا، اس کا مجاور بننا اور ایسا کرنے کو عبادت سمجھنا یا ثواب کا موجب جاننا ہماری شریعت میں کیسا ہے؟"

اس نے کہا۔ "شریعت میں مباح ہے۔ اور طریقت میں واجب"۔ مثنوی شریف میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

Marfat.com

جہاں تعظیم مسجد مے کنند۔ درجہائے اہلِ دل سجد میکنند

آں مجازیست ایں حقیقت ایں بداں نیست مسجد جز دردِ سر دراں

مسجدے کآں اندرونِ اولیاست سجدہ گاہِ جملہ دآنجا خدا است

ترجمہ:۔ (۱) بیوقوف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں۔ مگر اہل دل کو ایذا دیتے ہیں۔

(۲) اے بیوقوف! وہ مجاز اور حقیقت سے اصل مسجدیں تو بزرگ برگزیدہ لوگوں کے دل ہوتے ہیں۔

(۳) اولیا کے دل کی مسجدوں میں خاکساروں کی سجدہ گاہ ہیں۔ کیونکہ اسی جگہ خدا ہے

میں نے کہا۔ "تو ان مظاہر کی عبادت و پرستش کی دلیل میں یہی مثنوی شریف کے اشعار ہیں۔ یا کبار اہل طریقت کا کوئی قول بھی ہے؟"

اس نے کہا۔ "اہلِ طریقت اس مسئلہ کی پوشیدہ اشاعت کرتے تھے اور اپنے خاص دوستوں کے سوا کسی سے یہ راز نہیں کہتے تھے۔"

میں نے کہا۔ "شریعت و طریقت کے جس قدر امور ہیں، وہ کہ سب کھلے کھلے اور ظاہر و باہر ہیں۔ باقی جس قدر پوشیدہ راز بتلائے جاتے ہیں، وہ سب ڈھکوسلے بیہودہ خیال اور دیوانگی پر مبنی الہام والزام ہیں۔ جن سے اُن کا دجل و بے دینی اور پاک ہے۔ اور مظاہر کی تعظیم میں شاید کرنے والوں کی نیت خواہ کچھ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ انہوں نے غلط راہ اختیار کی۔ اُن کا اتباع کسی صورت میں بھی جائز نہیں، نہ شریعت میں نہ طریقت میں۔ کیونکہ بزرگان طریقت نے واضح طور پر فرمایا ہے۔

كُلُّ حَقِيقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زِنْدَقَةٌ

"ہر ایسی حقیقت کفر ہے۔ جس پر شریعت کی تصدیق نہ ہو۔"

اس نے کہا۔ "یہ کس بزرگ کا قول ہے؟" میں نے کہا۔ "یہ قول فتوح الغیب میں درج ہے۔ جو حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔"

اس نے کہا۔ "یہ واقعی اضافت سے بعید ہے کہ کاملانِ طریقت نے ایسا فرمایا

Marfat.com

شعر :-

از حق جز حق مخواہ توحید این است از سایۂ خود گریز تفرید این است

ترجمہ :- توحید یہ ہے کہ خدا سے حق طلب کر اور تفرید یہ ہے کہ اپنے سایہ سے بھی بھاگ ۔

مَیں نے کہا۔ "اے شیخ! یہ سب رسمی و رواجی باتیں ہیں۔ شریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے"

اُس نے کہا۔ "انشاء اللہ تمام بد رسوم کو مَیں اپنے خاندان سے محو کر دوں گا"

مَیں نے کہا۔ "اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝"

یہ بحث رسالہ ہٰذا میں اس لئے لکھ دی گئی ہے۔ تاکہ ناظرین اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو جائیں۔ قبر پرست عام طور پر اسی قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں ۔

وسیلہ کی بحث

اب تک جو کچھ بیان ہوا۔ مرضِ قبر پرستی کے علاج کے لئے بیان کیا گیا۔ اب کتاب ختم کرنے سے پہلے مناسب نظر آتا ہے کہ وسیلہ کی تشریح بھی کر دی جائے۔ اور ایسی حدیثوں کا ترجمہ بھی لکھ دیا جائے، جو اس مسئلہ کا ماخذ ہیں تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح روشن ہو جائے اور وسیلہ اور سدِ راہ میں تمیز پیدا ہو جائے ۔

ضعیف البصر کی حدیث

ایک ضعیف البصر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اُس نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے بصارت عطا

فرماتے ہیں: "آپ نے فرمایا۔ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ اور اس طرح دعا کر"۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ لِیَقْضِیَھَا اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ۔

"اے اللہ! میں تیری جناب میں التجا کرتا ہوں، اور تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اس اپنی حاجت میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ میری حاجت پوری کردے۔ یا اللہ! میری اس حاجت میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما!"

نابینا نے اس طرح دعا کی اور اللہ تعالےٰ نے اُسے بصارت عطا فرمائی۔

اِس حدیث سے وسیلہ کے دو طریق معلوم ہوتے ہیں۔ (۱) شرک سے اسلم (بہت پاک)۔ (۲) سالم (پاک)۔

اسلم یہ ہے۔ کہ جو صورت حدیث کے الفاظ سے نظر آتی ہے، وہ آنحضرت صلعم کی زندگی کے ساتھ مخصوص تھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں ایک ضعیف البصر آیا۔ اور آپ کی تلقین کے مطابق اس نے عمل کیا۔ اور آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) بھی اس کے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے۔ اس کی تائید چار باتوں سے ہوتی ہے۔ اوّل۔ الفاظ "اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ" (الٰہی! میرے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرما) سے۔ دوم۔ اس سے کہ علماء نے اس واقعہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شمار کیا ہے۔ سوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کی عوام کو ہدایت نہیں فرمائی۔ اور چہارم اصحاب کبار میں سے کبھی کسی نے اس طرح سے دعا نہیں کی۔ احادیث پر نظر

Marfat.com

رکھنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل نہیں کیا۔ اس لئے ان کا حکم جاری نہیں رہا۔ انہی میں سے ایک یہ دُعا بھی ہے ؛

واقعہ کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ضعیف البصر کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کرنے پر متوجہ ہوئے، اور جب ضعیف البصر کو معلوم ہو گیا کہ آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس دُعا میں شریک ہیں تو اس نے یوں عرض کیا۔ اے اللہ! اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ فرض کیجئے ایک بادشاہ کی طرف سے کسی شخص کو تکلیف پہنچی۔ وہ بادشاہ کے وزیر خاص کے پاس گیا۔ اور کہا۔ ایسی تدبیر بتلایئے۔ جس سے بادشاہ میری یہ تکلیف دُور فرمائے۔ سائل کی اس درخواست پر وزیر نے یہ صورت بیان کی کہ میں بادشاہ کی طبیعت سے خوب واقف ہوں۔ وہ عجز و انکساری کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے جب تک کمال عاجزی سے تو خود اُس کے حضور میں اپنے مدعا کو عرض نہ کرے گا، اُس وقت تک تیرے متعلق میری سفارش مؤثر و مقبول نہ ہوگی۔ تمہاری درخواست کی صورت یہ ہونی چاہئے۔ کہ جب بادشاہ کے دربار میں آؤ، تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی طرف دھیان رکھو اور ضرورت بیان کرنے کے بعد میرے ساتھ جو تمہیں دلی اُلفت ہے، اس کا اظہار بھی اِن الفاظ میں کر دو۔ کہ اے بادشاہ! تو جو اپنے وزیر پر بڑا مہربان ہے، اور میں بھی اس کے شیدائیوں میں سے ہوں، اس کی محبت کے وسیلہ سے تیرے دربار تک پہنچا ہوں۔ اور دیکھ لے یہ تیرا وزیر بھی میرے ساتھ تیرے دربار میں موجود ہے۔ اور میرے لئے سفارش کر رہا ہے۔ پھر

میری طرف مخاطب ہو کر کہنا۔ کہ میرے بادشاہ کے وزیر! میرا بادشاہ عاجزی اور انکساری کو پسند کرتا ہے، اس کے ساتھ میں نے اپنی اس حاجت میں جو آپ کو معلوم ہے، آپ کا وسیلہ بھی اختیار کیا ہے۔ اِس اُمید پر کہ بادشاہ میری یہ حاجت پوری کر دے۔" تو اس وقت میں تیرے لئے سفارش کروں گا بگڑ غافل نہ ہو جانا۔ میری سفارش کے بعد فوراً اس طرح عرض کرنا، اے شہنشاہ! اپنے وزیر کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ اور میری حاجت پوری کر!"

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ

بعینہٖ یہ مفہوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فعل سے پایا جاتا ہے جب کہ آپ نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے توسّل سے بارانِ رحمت کے لئے دعا کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے ایک دفعہ خشک سالی کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی دُعا کا وسیلہ بنا کر اس طرح دعا فرمائی تھی۔ اے خدا! ہم پہلے ایسی حالت میں تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب تیرے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا (رضی اللہ عنہ) کو (اپنی دُعا) کا وسیلہ بنا کر عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما!

اس سے ثابت ہوا۔ کہ اگر اس طرح زندوں کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنایا جائے تو جائز، صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کے مطابق، بلکہ آنحضرت صلعم کی سنت کے موافق ہے۔ کیونکہ حضور نے خود اس ضعیف البصر کو یہ طریقہ تلقین فرمایا تھا۔

Marfat.com

اور سالم یہ ہے۔ کہ کلام مذکور میں مشارٌ الیہ چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ اِس لئے مخاطب بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہو سکتی ہے، اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات کو مشارٌ الیہ سمجھنا مجازی طور پر ہو سکتا ہے۔ حقیقی طور پر نہیں ہو سکتا۔ تو اب اطلاق مجاز کے لئے مجازی تعلق کا ہونا لازمی ٹھیرا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذات آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے کی وجہ سے سائل کے دل میں موجود ہے، اس لئے سائل کی مراد اِس دعا سے یہ ہے کہ اے خدا! محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر میرا ایمان میری دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا محمد کے ساتھ یا نبی اللہ کا جملہ تعلیم فرما دیا تھا۔ اس مجازی مفہوم کی لطافت کو کچھ اہلِ ذوق ہی خوب سمجھتے ہیں۔ حافظ شیرازی کا مصرع ہے ؏

اے نسیم سحر آرام گہِ یار کجا است

اے بادِ صبا دوست کی آرام گاہ کہاں ہے

خیالی اضطراب

حاصل یہ کہ خدا سے دعا کرنے والا بعض اوقات اپنے دل میں حصولِ مراد کے لئے ایک خیالی اضطراب پیدا کر لیتا ہے۔ اگر یہ خیالی اضطراب شرک کی طرف لے جانے والا نہ ہو۔ تو ایسا اوقات دعا کے قبول ہونے کا سبب بھی بن جاتا ہے مگر عام طور پر یہ چیز چونکہ شرک میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا خاص طور پر کئی جگہ علاج ارشاد فرمایا ہے، اور یہاں بھی جملہ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ" اِسی غرض کے لئے لایا گیا ہے، اور کلمہ یا محمد خطاب حقیقی

نہیں۔ بلکہ خیالی ہے۔ اگر حقیقی ہوتا۔ تو اے اللہ اپنے پیغمبر کو میرا شفیع بنا" کی بجائے "اے پیغمبر میری شفاعت فرما" کہا جاتا ۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ فَشَفَّعَهُ میں مخیر غائب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے ۔ اگر یا محمد میں خطاب حقیقی ہوتا، تو فَشَفِّعْهُ کی بجائے فَشَفِّعْ هٰذَا النَّبِیَّ ہونا چاہیئے ۔ اگرچہ یہ معنی بھی مجاز سے خالی نہیں ہیں ۔ لیکن غائب کی ضمیر تو اس امر کی شہادت ہے کہ حضور کے اسم مبارک کے ساتھ یہ ندا خیالی ہے حقیقی نہیں ۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی ذات اس ندا سے مقصود ہی نہیں ہے ۔ بہرحال طریق اوّل زیادہ صحیح ہے[1] ۔

قبیح طریقے

اس حدیث سے دو قبیح طریقے بھی نکلتے ہیں ۔ ایک اقبح یعنی بہت برا۔ اور دوسرا قبیح یعنی برا ۔ اقبح یعنی بہت برا طریق یہ ہے جو قبر پرستوں نے اختیار کر رکھا ہے ۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ارواح کو پکارنا اور ان سے حاجت روائی چاہنا مسنون و مستحب ہے ۔ اس کے برا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گناہ اور معصیت کو جائز اور حلال کرنا لازم آتا ہے جو شریعت کے نزدیک کفر ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے !

اور قبیح یعنی برا یہ ہے کہ چند ایسی باتوں کو مباح جاننا پڑتا ہے ۔ جن کی اجازت شارع علیہ السلام نے نہیں دی ۔ مثلاً ارواح کو حاجت روائی کے لئے پکارنا ان کو اپنا شفیع بنانا، اور ان کی شفاعت کو اپنے لئے مقبول سمجھنا اس

---

[1] ان توجیہات کی بھی ضرورت نہ رہتی ۔ کیونکہ یہ حدیث ہی سخت ضعیف اور موضوع ہے ۔ دیکھو کتاب التوسل والوسیلۃ للامام ابن تیمیہؒ ۔

کے بُرا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کی اجازت کے بغیر دین میں اپنی رائے سے کسی چیز کے جائز ہونے کا حکم لگانا پڑتا ہے۔ اس کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہایت کافی ہے :۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (۴۲ : ۲۰)

"کیا اُن کے (لیے اللہ کے) شریک بھی ہیں، جنہوں نے اُن کے واسطے ایسا دین مقرر کر دیا ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی"

اور فرمایا :۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ (زمر)

"کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور شفیع بنا لئے ہیں۔ اے نبی! کہہ دے کیا اگرچہ وہ عقل سے کورے ہوں، اور کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں پھر بھی اُن کو پوجتے رہو گے؟"

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کی تردید

صحیح حدیث سے

جاننا چاہیئے۔ کہ بہت لوگوں کے پھسل جانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے سفارش کرنے والے اور جس کے پاس سفارش کی جائے، اِن دونوں میں فرق نہیں کیا۔ کہتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبد القادر ساکن جیلان! خدا کے لئے کچھ دے۔ اس کلام میں اُنہوں نے خدا کو سفارشی بنا لیا ہے اور حضرت شیخ کو دینے والا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! میں خدا کو آپ کے پاس سفارشی بنا کر لایا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے اس قول سے سخت ناراض ہو گئے۔ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور پاک ہے۔ کہ کسی کے پاس اُسے شفیع بنا کر لایا جائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کو شفیع بنا کر لانا۔ اور اس کا واسطہ دے کر خصوصاً غائب مخلوق سے حاجت روائی چاہنا گویا خدا کو عاجز سمجھنا اور مخلوق کو توانا تر جاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔

وسیلہ صرف اعمالِ صالحہ اور اوصافِ حمیدہ ہیں

جان لینا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ صرف دو چیزیں ہیں۔ اعمالِ صالح اور اوصافِ حمیدہ۔ خواہ یہ کسبی ہوں یا حبی۔ چنانچہ اِن دونوں کا ذکر اذان کی دعا میں موجود ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اُمت کو تلقین فرمائی ہے۔ اور اس میں لفظ مقامِ محمود سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ دعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ؕ

اے اللہ! تو اِس پوری دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی اور بلند درجہ عطا کر۔ آپ کو مقامِ محمود جس کا تو نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے، عنایت فرما،

Marfat.com

اس دعا میں لفظ وسیلہ یا تو مصدر ہے، یا صفت بمعنی مایتوسّل بہ اور دونوں صورتوں میں یہ کسی صفت کا نام ہوگا۔ نہ ذات اور جنس کا +

پس وسیلہ اگر صفت کا نام ہے تو اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ کے یہ معنی ہوں گے کہ خدایا آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کو وہ صفت عطا کر جو مقام محمود کے حصول کا موجب ہو۔ اور اگر مصدر ہے تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ حضور صلعم کو وہ سبب عطا کر جو مقام محمود کے حصول کا ذریعہ ہو۔

مزید برآں وسیلہ کے ساتھ فضیلت کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ جس طرح فضیلت ایک صفت کا نام ہے۔ وسیلہ بھی صفت کا نام ہوگا۔ جس کے ذریعہ آپ اس اعلےٰ مقام پر پہنچیں گے اور امّت کی شفاعت کریں گے۔

نتیجہ بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ جو لوگ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے اقوال وافعال کی متابعت کو چھوڑ کر جو حقیقی وسیلہ ہے محض بزرگوں کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں، غلطی پر ہیں۔ کیونکہ وسیلہ صرف اعمالِ صالحہ اور اوصافِ حمیدہ کا نام ہے +

تین مسافروں کا قصّہ

چنانچہ صحیحین میں ایک قصّہ مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ تین آدمی صحرا میں سفر کر رہے تھے۔ جب ایک پہاڑ کے قریب پہنچے۔ تو زور کی بارش آ گئی۔ بارش سے بچنے کے لئے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ ابھی داخل ہوئے ہی تھے کہ ایک بہت بڑا پتھر لڑھک کر غار کے منہ پر آ گیا۔ اور وہ

Marfat.com

تینوں اس کے اندر بند ہو گئے۔ جب مسافروں نے اپنے آپ کو اس طرح گھرا ہوا پایا، تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ بھائیو! اب بچنے کی صرف یہ صورت ہے۔ کہ ہر شخص اپنے خالص ترین عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرے۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات بخشے۔ اس پر ایک شخص نے اپنے زنا سے بچنے کو اپنی دعا کا وسیلہ قرار دے کر اس طرح دعا کی۔ کہ :۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِکَ ابْتِغَآءَ وَجْھِکَ فَافْرُجْ عَنَّا۔

"اے پروردگار! اگر تیری نگاہ میں میں نے یہ کام صرف تیری رضاجوئی کے لئے کیا تھا، تو اس غار کا منہ کھول دے"

اس کا دعا ختم کرنا تھا کہ غار کا منہ اتنا کھل گیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔ پھر دوسرے نے دعا شروع کی، اور اپنے بوڑھے والدین کی خدمت گزاری کو دعا کا وسیلہ بنایا۔ اور آخر میں اپنی الفاظ کے ساتھ دعا کی۔ اب غار کا دہانہ منہ کھل گیا۔ پھر تیسرے نے ایک مزدور کے ساتھ اپنے امانتدارانہ سلوک کو وسیلہ بنا کر دعا کی تو پتھر کھسک کر بالکل ہٹ گیا، اور وہ باہر نکل آئے +

نتیجہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقصدِ اوّل جانتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اس کا وسیلہ گردانتے، اور آپ کی متابعت کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں، اور بزرگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا متبع ہونے کی حیثیت سے دوست رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا یہ قلبی عمل ان کے لئے وسیلۂ نجات ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

Marfat.com

اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِعْمَتِہٖ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ

"اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں نعمتیں دیتا ہے۔ اور مجھ سے محبت کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ محبت رکھتا ہے اور میرے اہل بیت سے پیار کرو، اس لئے کہ میں ان سے پیار کرتا ہوں"

پیروں کے ساتھ محبت کرنے کا معیار

یہ حدیث پیروں کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں اصل اصول ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے، کہ اس حدیث کو معیار ٹھیرالیں۔ اور کسی پیر کے ساتھ اس وقت تک رشتۂ الفت نہ جوڑیں۔ جب تک یہ معلوم نہ کرلیں۔ کہ اس کا قول و فعل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق ہے یا نہیں۔

اور قبر پرستوں کے اس قسم کے اقوال مثلاً عصائے پیر بجائے پیر اور گور پیر بحکم پیر، تو یہ شریعت و طریقت دونوں سے خارج ہیں۔ اور وسیلہ کے کسی مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔ قبر پرستوں نے اس قسم کے اقوال عوام الناس کو بہکا کر خود ان کے لیڈر اپنے لئے مشہور کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں سے پناہ دے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو جو قرب الٰہی کا وسیلہ بنانا صرف اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ جب کہ آپ کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (۳:۲۹)

اے نبی! کہہ دو۔ اگر تم اللہ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اس آیت سے ثابت ہو گیا۔ کہ حد اصل متوسّل بہ (آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی متابعت) ہی وسیلۂ نجات ہے۔

شفاعت کن لوگوں کے لئے ہے؟

اگر تو کہے کہ پیغمبر کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہو گی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

"ایسا کون ہے؟ جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس سفارش کرے"

اور اللہ تعالیٰ کا اذن مومن کے لئے ہو سکتا ہے۔ غیر مومن کے لئے نہیں ہو سکتا۔ تو اس طرح بھی نتیجہ وہی نکلا کہ آدمی کا اصل وسیلہ اس کا اپنا ایمان ہے جو بندہ کا عمل ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:۔

کارِ خود کُن کارِ بیگانہ مکُن در زمینِ دیگراں خانہ مکُن

"دوسروں کا کام چھوڑ کر اپنا کام کر۔ دوسروں کی زمین میں اپنا گھر نہ بنا"

اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ وہی چیز اللہ کے قرب کا وسیلہ ہو سکتی ہے۔ جو سنّت کے مطابق ہو۔ لیکن اس کے بالعکس جو لوگ سنّت کی مخالفت کو بھی اللہ کے قریب کا وسیلہ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے قبروں کو وسیلہ سمجھ رکھا ہے جیسے کفار مورتیوں کو سمجھتے ہیں۔ تو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ لوگ بے خبری میں غیر ہادی کا اتباع کر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:۔

اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّا اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ وَمَا

Marfat.com

يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۖ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (۱۰ : ۳۶)

بھلا جو حق و صداقت کی راہ دکھا سکتا ہو۔ وہ قابل اتباع ہے یا وہ جو بے تبلائے خود بھی راستہ نہ پا سکے ؟ تمہیں کیا ہو گیا۔ کس طرح انصاف کرتے ہو۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ صرف وہم کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ حق کے مقابلے میں وہم کی کوئی حقیقت نہیں ؛

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن کی پیروی کرنے والوں کے لئے عذاب کا موجب اُن کا اپنا عمل ہے نہ کسی اور کا، الغرض ہر شخص کے لئے عمل صالح ہی وسیلہ نجات ہو سکتا ہے۔ پھر جو معاملہ بزرگوں کی قبروں کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ اگر عمل صالح میں داخل نہیں ہے، تو کیونکر نجات کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عمل صالح کی تعریف تو یہ ہے۔ کہ سُنّتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو ؛

صاحب تفسیر حسینی نے آیہ :-

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (۱۸ : ۱۱۰)

"پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا آرزومند ہے۔ اُسے نیک عمل کرنا چاہیئے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیئے"

کی تفسیر لکھتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال نقل کئے ہیں کہ عمل صالح وہی ہے جو سنّتِ نبوی صلعم کے مطابق ہو۔ اور آگے شرک فی العبادت اور شرک بالعبادت کے درمیان فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ غیر کی ذات کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا یہ ہے کہ اس کی ذات کو اپنے حق میں مثل عبادت الٰہی کے مفید اور فائدہ مند جانے۔ اس کی مثال جاہلوں کا یہ عمل ہے کہ بزرگوں

Marfat.com

کی عزت اور اُن کے ناموں کو وسیلہ سمجھتے ہوئے اعمالِ صالحہ ترک کر کے صرف اُن کی ذات کا واسطہ دے کر خدائے تعالےٰ سے دینی اور دُنیاوی ترقی چاہتے ہیں۔ یہ شرک فی العبادت ہے ؛

اور بعض کے نزدیک شرک بالعبادت یہ ہے کہ عبادت میں ریا اور دکھاوا کیا جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ دکھلاوا کرنے اور شہرت چاہنے کی وجہ سے عبادت کے اندر خلوص نہیں رہتا۔ اور ایسی عبادت آدمی کو شرکِ خفی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی عبادت کو شرک کا ذریعہ بنالیا۔ بہرحال صرف وہی عبادت تقرب الٰہی کا وسیلہ ہوتی ہے جو خالص اللہ کے لئے ہو ؛

پس غور کرو۔ جب خدا کی عبادت بھی خلوصِ نیت کے بغیر اس کے تقرب کا وسیلہ نہیں ہو سکتی، تو غیر کی عبادت خدا کے تقرب کا وسیلہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۝ (۳۹:۲)

"پس اللہ کی عبادت خالص نیت سے کرو۔ اور یاد رکھو کہ خلوص نیت سے بندگی کرنا اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے !

Marfat.com

خاتمۂ سخن

اے اللہ! میں اس کتاب کو تیرے تقرب کا وسیلہ بناتا ہوں، اور تیری وسیع بخشش کے لئے اُسے ایک ہیولہ گردانتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک اور بے نیاز ہے۔ تیرے دربار میں غلامی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دے، اور اُمتِ مسلمہ پر رحم فرما۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمارا بھروسہ تجھی پر ہے تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہم سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے اے اللہ ہمارے ذمہ صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ایسی تبلیغ کہ گمراہ اور نافرمان کے سوا کوئی ہلاکت میں نہ رہے۔ سو اللہ کا دین واضح ہو گیا۔ اور اُس کی حجت آ گئی۔ اب ہم بری ہیں اِس بات سے کہ اگر بے دین لوگ اس سے محروم رہیں۔ اے اللہ! اپنی بہترین مخلوق حضرت محمد صلعم اور اُن کی ساری آل اور اُن کے تمام اصحاب پر ہزاروں رحمتیں نازل فرما!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ؟

Marfat.com

کتاب لاجواب از تصانیف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

یعنے

ابلاغ المبین

فی

احکام رب العالمین واتباع

خاتم النبیین

کا

اردو ترجمہ

بار چہارم 1951 یک ہزار

قیمت ۱۳، مجلہ ثمر

Marfat.com